مطبوعات

منیر رپورٹ کا تجزیہ
بزبان انگریزی

طابع و ناشر :- مکتبہ جماعت اسلامی، پاکستان، کراچی، لاہور

اضطرابات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ کو، جو عام طور پر منیر رپورٹ کے نام سے مشہور ہے، پاکستان اور بیرون پاکستان کے اسلام دشمن حلقوں میں ایک "مقدس دستاویز" کی سی مقبولیت حاصل ہے۔ پچھلے تین سالوں میں اسلام، اسلامی ریاست، اسلامی نظام اور موجودہ دنیا میں اسلامی نظام حکومت کے قیام کے خلاف جتنا کچھ ملک کے اندر اور باہر لکھا گیا ہے اس کا بیشتر انحصار اس رپورٹ پر ہے۔ اب تک کسی مسلم یا غیر مسلم کی لکھی ہوئی کوئی کتاب اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اس سے زیادہ استعمال نہیں ہوئی ہے۔ چونکہ یہ رپورٹ پاکستان کی عدالت عالیہ کے دو نامور ججوں نے تیار کی ہے اس لئے اس کو خواہ مخواہ استناد کا درجہ حاصل ہو گیا ہے۔ ان وجوہ کی بنا پر اس امر کی شدید ضرورت تھی کہ اس رپورٹ کا تحقیقی جائزہ لے کر اس کی حقیقت دنیا کے سامنے کھول دی جائے۔ جماعت اسلامی نے اسی ضرورت کے پیش نظر دو سال پہلے اردو میں اس پر ایک مفصل تبصرہ شائع کیا تھا۔ اب اسی تبصرہ کو انگریزی میں منتقل کر کے انگریزی خوان طبقے کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔ اس "تجزیہ" میں نہایت ہی دیدہ وری کے ساتھ اس رپورٹ کے اصلی خدوخال کھول کر رکھ دیئے گئے ہیں، ان تمام غلط فہمیوں کو صاف کیا گیا ہے جو اس رپورٹ میں اسلام، اسلامی نظام اور اس کے حامیوں کے خلاف پھیلائی گئی تھیں، ان مسائل میں سے ہر ایک پر مفصل بحث کی گئی ہے جو رپورٹ کے مصنفین نے چھیڑے تھے، اور یہ حقیقت نمایاں کر دی گئی ہے کہ یہ رپورٹ ہر لحاظ سے ایک نہایت ناکام رپورٹ ہے۔ نہ اس نے اس مقصد کو پورا کیا ہے جس کے لئے تحقیقاتی عدالت بٹھائی گئی تھی، اور نہ علمی و عقلی حیثیت سے یہ کسی وزن کی مستحق ہے۔

منیر رپورٹ سے غالباً وہ حلقہ سب سے زیادہ متاثر ہوا ہے جو اسلام کے علم سے کورا ہے اور اس کے ساتھ جو مغربی نظریات سے مرعوب ہی نہیں مغلوب بھی ہے۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ اس رپورٹ کی شکل میں ان کے ہاتھ

ایک ایسی "تلوارِ بے نیام" ہاتھ لگی ہے جسے وہ اپنے دل پسند افکار کے پھیلانے میں جا بجا استعمال کرتا پھرتا ہے، تو یہ زیادہ صحیح ہوگا۔ اس کی مدافعت کی یہی ایک صورت ہے کہ جو لوگ بالکل نادانستہ طور پر ان غلط فہمیوں کا شکار ہو گئے ہیں انہیں یہ انگریزی تبصرہ دیا جائے تاکہ وہ جان سکیں کہ اس "طوفان" کی تہ میں کیا کچھ ہے۔

انگریزی ایڈیشن میں فاضل مترجم کے قلم سے ایک مبسوط مقدمہ بھی موجود ہے جس میں نہایت سلجھے ہوئے انداز میں رپورٹ کے مختلف پہلوؤں کے علاوہ اس "رواداری" کا تجزیہ کیا گیا ہے جس کا لادینی نظام کے حامی بہت ڈھول پیٹا کرتے ہیں۔ یہ مقدمہ بذاتِ خود ایک اونچی علمی کتاب کا درجہ رکھتا ہے اور اسی بنا پر بڑی افادیت کا حامل ہے۔ اس کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ دنیا میں لادینی نظام کے حامیوں سے بڑھ کر ناروا داؤ متعصب اور تنگ نظر طبقہ اور کوئی نہیں ہے، اور یہ دراصل اس طبقہ کی مکاری ہے کہ جس جرم کا سب سے بڑھ کر مجرم وہ خود ہے اس کا الزام وہ اہلِ مذہب کے سر چپک کر اپنا سیاہ چہرہ چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔

ہم اس کتاب کو جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے لئے نہایت ہی مفید پاتے ہیں اور اسے زیادہ سے زیادہ پھیلانے کی پرزور سفارش کرتے ہیں۔ (ص)

لغات القرآن

مؤلفہ مولانا شہید الدین صاحب
شائع کردہ: نور محمد، کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی صفحات ۴۴۴

فاضل مؤلف نے اس کتاب میں قرآن پاک کے تمام الفاظ کو اردو اور فارسی لغات کے طرز پر جمع کر کے ان کے اردو معانی بیان کئے ہیں۔ جہاں تک مولف اور ناشر کے اس جذبہ کا تعلق ہے کہ مسلمانوں کے لیے قرآن کا سمجھنا زیادہ سے زیادہ آسان بنایا جائے ہم اس کی انتہائی قدر کرتے ہیں لیکن قرآن کے الفاظ کو اس طرح مرتب کر کے ان کے لغوی معنی بیان کر دینا ہم صحیح نہیں سمجھتے کیونکہ لغت کے اعتبار سے ایک لفظ کے متعدد معانی ہو سکتے ہیں اور قرآن میں بہت سے الفاظ مختلف مقامات پر مختلف معانی میں استعمال ہوئے ہیں کسی لفظ کو ایک جگہ قرآن نے جس خاص معنی اور مفہوم میں استعمال کیا ہے اس کا صحیح اندازہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک اسے قرآن ہی کے سیاق و سباق میں رکھ کر نہ دیکھا جائے، بلکہ اس کے ساتھ یہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ قرآن کے دوسرے

مقامات کی روشنی میں اس لفظ کا مفہوم کیا متعین ہوتا ہے ۔ یہ چیز قرآن ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ کسی بھی زبان کے کسی لفظ کا اگر ہم دوسری زبان میں لفظی ترجمہ کرنا چاہیں تو ہمارے لئے یہ ناممکن ہے کہ ایک یا چند لفظوں میں اس کا مفہوم پورا اور ٹھیک ٹھیک بیان کر سکیں ۔ اس سلسلہ میں بہتر یہی ہے کہ قرآن کی کسی عبارت کی ہم — خواہ عربی زبان میں یا کسی دوسری زبان میں — ترجمانی کر دیں اور اس کے الفاظ کے الگ الگ لغوی معانی بیان کرنے پر اکتفا نہ کریں ۔ قرآن پاک کی جتنی تفسیریں اور تراجم اس وقت پائے جاتے ہیں، ان کا جواز صرف اس لیے ہے کہ وہ قرآن کے مدعا کی ترجمانی کرتے ہیں، نہ کہ اس کے الفاظ کے الگ الگ معانی بیان کرتے ہیں ۔

قرآن پاک کو سمجھنا ہر مسلمان کا فرض ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہم یہ کہنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے کہ قرآن پاک کو تراجم اور اس کے الفاظ کے اردو معانی کے ذریعے سمجھنے سے انسان کو وہ گہرائی اور سرور حاصل نہیں ہو سکتا جو اسے اس کی اپنی زبان میں پڑھنے سے حاصل ہو سکتا ہے ۔ دنیا کی کسی زبان میں کوئی ایسی کتاب نہیں پائی جاتی جس کی زبان کو لوگ معجز اور تمام دوسری کتابوں سے اعلیٰ اور برتر بھی مانتے ہوں اور پھر وہ اس کے الفاظ کے الگ الگ معانی معلوم کر کے اور انہیں آپس میں جوڑ کر اسے سمجھنے کی کوشش کرتے ہوں ۔ قرآن کو سمجھنے کا صحیح اور فطری طریقہ یہی ہے کہ اس زبان کو سیکھا جائے اور اس کا اپنے اندر زیادہ سے زیادہ ذوق پیدا کرنے کی کوشش کی جائے جس میں قرآن کا نزول ہوا ہے ۔ آپ غور فرمائیں کہ جو شخص اچھی اور بری عبارت کو جانتا ہی نہ ہو اور نہ دونوں میں کوئی فرق کر سکتا ہو وہ قرآن کے اعجاز اور اس کی زبان کی سلاست کا کیا اندازہ لگا سکتا ہے ؟

مذکورہ بالا کتاب کے مؤلف نے اگرچہ قرآنی الفاظ کے معانی بیان کئے ہیں، بلکہ اکثر الفاظ کے ایک نہیں متعدد مختلف معانی بیان کئے ہیں جنہیں اگر لغت کی کتابوں کو سامنے رکھ کر جانچا جائے تو وہ سب صحیح ہیں لیکن اس کتاب سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ قرآن نے کسی لفظ کو ان متعدد معانی میں سے اگر کہیں ایک معنی میں استعمال کیا ہے تو وہ کونسا معنی ہے اور اگر مختلف مقامات پر متعدد معانی میں استعمال کیا ہے تو کہاں کس معنی میں استعمال کیا ہے ۔

پھر اس کتاب میں جہاں کسی فعل کے معنی دیئے گئے ہیں وہاں اس کے ساتھ اس کا کوئی صلہ درج نہیں کیا گیا ہے حالانکہ عربی زبان میں افعال کے ساتھ صلات کی اہمیت بہت زیادہ ہے ۔ ایک ہی فعل کے معنی ایک صلہ کے ساتھ کچھ ہوتے ہیں اور دوسرے صلہ کے ساتھ کچھ اور ۔

اسی طرح قرآن نے جن الفاظ کو ایک خاص ترکیب بنا کر استعمال کیا ہے انہیں اس کتاب میں الگ الگ بیان کر کے ان کے اصل مفہوم کو بالکل ہی ناقابلِ فہم بنا دیا گیا ہے۔ مثلاً اس کتاب میں "احکم" کے معنے دیئے گئے ہیں "سب سے بڑا حاکم" اور پھر آگے چل کر دوسرے مقام پر "حاکمین" کے معنی دیئے گئے ہیں "فیصلہ کرنے والا، حکم دینے والا۔ حاکم واحد"۔ اب ان دونوں لفظوں کے الگ الگ معنی جان لینے کے بعد جب کسی ایسے شخص کے سامنے جو عربی زبان سے ناواقف ہو، یا معمولی عربی جانتا ہو "احکم الحاکمین" کی ترکیب آئے گی تو وہ اسے ہرگز نہیں سمجھ سکے گا۔ اسی طرح قرآن میں آیا ہے "وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ" اور اس کے معنی ہیں اہلِ ایمان کے ساتھ نرمی، محبت، شفقت اور رحمدلی کے ساتھ پیش آنا۔ اب اگر کوئی شخص مذکورہ لغت القرآن کی مدد سے اخفض اور جناح کے الگ الگ معنی جان لینے کے بعد اس کے اصل مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کرے تو کیا وہ کامیاب ہو سکے گا؟

قرآن میں جہاں کسی فعل مضارع کے ساتھ کوئی ایسا حرف استعمال کیا گیا ہے جس سے وہ فعل اپنی اصلی حالت پر برقرار نہیں رہا ہے جیسے لم، لن، نونِ تاکید وغیرہ تو کتاب میں اس فعل کا ذکر کرتے وقت کسی حرف کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا جس سے ایک عربی نہ جاننے والے یا معمولی عربی جاننے والے شخص کو سخت دشواری پیش آ سکتی ہے مثلاً قرآن میں ہے "لَأَرْجُمَنَّكَ" کتاب میں "ارجم" کے معنی تو دیئے گئے ہیں لیکن اس پر نونِ تاکید آنے کی وجہ سے اس کے معنی پر جو اثر پڑا ہے اس کا کوئی اندازہ کتاب سے نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح قرآن میں جہاں کوئی فعل امر اپنے سے پہلے کسی لفظ سے مل کر استعمال ہوا ہے اور اس حالت میں اس کے ہمزۃ الوصل پر کوئی حرکت نہیں ہے، تو کتاب میں اسے اس کی اصل حالت یعنی ہمزۃ الوصل کی حرکت کے ساتھ درج کیا گیا ہے۔ کیا کوئی شخص جو عربی قواعد سے پوری طرح واقف نہ ہو اس کا ذہن اس طرف جا سکتا ہے کہ "فَادْعُوا" کے معنی معلوم کرنے کے لئے "اُدْعُوا" کی طرف رجوع کرے؟

افسوس کہ کتاب کے شروع میں کوئی ایسا دیباچہ بھی نہیں دیا گیا جس میں یہ واضح کیا جاتا کہ کم استعداد رکھنے والے لوگ اس کتاب سے کیونکر استفادہ حاصل کر سکتے ہیں؟

پوری کتاب کا جائزہ تو ہم نہیں لے سکے البتہ اس کے مختلف صفحات پر نظر ڈالنے سے ہمیں جو اندازہ ہوا وہ یہ ہے کہ اس میں بعض سخت قسم کی غلطیاں ہیں جن سے بہرحال اس کتاب کو پاک ہونا چاہیے تھا اور مؤلف اور ناشر دونوں کا

فرض تھا کہ کتاب شائع کرنے سے پہلے کسی صاحب استعداد عالم سے اس پر نظر ثانی کرا لیتے۔ اگر مسئلہ قرآن کے علاوہ کسی دوسری کتاب کا ہوتا تو شاید یہ لاپرواہی ہمارے لیے قابل درگذر ہوتی۔ پوری کتاب کی غلطیوں کی نشاندہی کرنا ہمارے لیے طوالت کے خوف سے مشکل ہے تاہم چند غلطیوں کی طرف اشارہ کر دینا ہم ضروری سمجھتے ہیں:

۱۔ اُبْنُ۔ تو بنا تو تعمیر کر (ص ۸) مولف نے اس فعل کو واوی سمجھتے ہوئے اسے باب نصر (ن۔ ء) سے درج کیا ہے حالانکہ یہ فعل یائی ہے اور باب ضرب (ض۔ ب) سے ہے اور اسی طرح قرآن میں استعمال ہوا ہے "یا ھامٰنُ ابْنِ لی صرحًا"

۲۔ اُخُنْ۔ میں خیانت کرتا ہوں (ص ۷۱) یہ لفظ در اصل "اَخُونُ" ہے جسے معلوم نہیں مولف نے کیسے آخُنْ کر دیا حالانکہ آخُنْ عربی زبان میں سرے سے کوئی لفظ ہی نہیں ہے۔ غالباً مولف نے قرآن کے لفظ لَمْ اَخُنْهُ سے لَمْ اڑا کر اسے اپنی اصلی حالت میں درج کرنے کی کوشش کی مگر غلطی کر گئے۔

۳۔ اِجْمَعُوْا۔ تم جمع کرو (ص ۱۲) مولف نے یہ فعل باب ضرب (ض۔ ب) سے درج کیا ہے، حالانکہ یہ باب فَتَحَ (ف۔ ء) سے ہے اور اسی طرح قرآن میں استعمال ہوا ہے

۴۔ کُفُّوْا: وہ روکے گئے (ص ۲۲۳) لغت کے اعتبار سے یہ معنی تو صحیح ہیں، لیکن کُفُّوْا کا لفظ قرآن میں صرف ایک جگہ استعمال ہوا ہے اور وہاں اس کے معنی ہیں "تم روکو" "فَلَمَّا قِیلَ لَہُمْ کُفُّوْا اَیْدِیَکُمْ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ"

اس سے قارئین کو یہ اندازہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی لفظ کا معنی معلوم کرنے کے لیے اس کے سیاق و سباق کو دیکھنا کتنا ضروری ہے۔

۵۔ حَکَمَ: اس نے حکم دیا (ص ۱۱۹) یہ معنی بھی غلط ہیں۔ حَکَمَ کے لغوی معنی ہیں "اس نے فیصلہ کیا" اور اس معنی میں قرآن میں متعدد مقامات پر استعمال ہوا ہے۔

۶۔ اِسْتَجَارَ:۔ اس نے نوکر رکھا (ص ۲۲) یہ معنی بھی غلط ہیں اور صحیح معنی ہیں۔ "اس نے پناہ مانگی" قرآن میں ہے۔ وَاِنْ اَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اسْتَجَارَکَ"۔ غالباً مولف کو استاجر کے لفظ سے اشتباہ ہو گیا

یہ چیز بھی قابل ذکر ہے کہ کتاب کے اکثر مقامات پر جہاں بھی ہماری نظر پڑی، مولف نے غیر منصرف الفاظ کو منصرف درج کیا ہے۔ جیسے احمدٌ، ابیضٌ، احادیثٌ، اراذلٌ وغیرہ۔ ممکن ہے یہ اصلاح کاتب صاحب نے فرما دی ہو لیکن پروف پڑھتے وقت اس قسم کی سخت غلطیوں کا نظر سے رہ جانا حیرت انگیز ہے۔

م۔ ع۔ ح